

## کچھ تحقیق کے متعلق

یونیورسٹی کے ایک استاد نے فرمایا کہ حضرت مجددؑ نے اپنے ایک مکتوب میں یہ بات صحیح نہیں لکھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں افلاطون تھا۔

ان سے عرض کیا گیا کہ:

۱- کیا آپ نے حضرت مجددؑ کے دست مبارک کا لکھا ہوا مکتوبات کا کوئی نسخہ دیکھا ہے؟ .....  
..... نہیں۔

۲- کیا حضرت مجددؑ کے کسی صاحبزادے کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ دیکھا ہے؟ ..... نہیں۔

۳- کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مجددؑ کے مکتوبات میں حسن خان افغانی نے تحریفات کی تھیں؟  
..... نہیں۔

۴- ان تحریفات میں ایسی جرات ہوئی کہ مکتوب ۱ / ۱۹۳ میں ارجن ۱ کے قتل کو گوہند کا قتل لکھ دیا، حالانکہ یہ واقعہ خود حضرت مجددؑ کے زمانے کا (۱۰۱۵ھ) ہے۔ کیا گوہند اور ارجن والی تحریف بعد کی نہیں ہے؟ ..... معلوم نہیں۔

۵- کیا آپ کو معلوم ہے کہ اثبات النبوة اور ردِّ روافض کتابیں لکھنے کے بعد حضرت مجددؑ کے خلاف کیا رد عمل ہوا؟ ..... معلوم نہیں۔

۶- اس رد عمل سے جو فضائقام ہوئی تو خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگ بھی بغیر تحقیق کے ہوئے حضرت مجددؑ پر معترض ہوئے اور صرف ایک عبارت پر اشتباہ کی بنا پر "شہر بہ شہر" منادی کی گئی۔ کیا آپ نے غور فرمایا ..... نہیں۔

۷- کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مجددؑ کے ایک خلیفہ کی کتاب میں بھی تحریفات ہوئیں۔ یعنی خواجہ بدرالدین سرہندی کی "مجمع الاولیاء" میں ایسی تحریفات ہوئیں کہ وہ دوسرے فریقے کی کتاب بن گئی۔ (دیکھیں مخطوطہ ۶۴۵- انڈیا آفس لائبریری - لندن)۔

حضرت مجددؑ کے دفتر سوم کا مکتوب ۱۲۳ بھی مشکوک معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کے مسلک اور مزاج کے خلاف ہے۔ مکتوب ۳ / ۴۰ بھی (غالباً بے احتیاطی کی وجہ سے) مکتوب ۳ / ۱۱۵ بن گیا ہے یعنی دہرایا گیا ہے۔

اب ہم معترض کے اصل اعتراض کی طرف آتے ہیں۔ حضرت مجددؑ کے تین مکتوبات (۱) / ۲۶۶-۱ / ۳۱۳-۳ / ۲۳) میں افلاطون کا ذکر آتا ہے۔ "دعوت نبوت حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام چوں بہ افلاطون کہ کلاں ترین بے دولتوں بودہ رسید گفت سخن قوم مستندوں

لاحاجہ بنا الی من یھدنا ..."

اس بیان کے بعد حضرت مجددؑ نے شرح مواقف (علم کلام کی کتاب) کا ذکر کیا ہے اور قباحتہاے اس بے فرداں " (یعنی فلاسفہ) اور پھر شیخ محی الدین ابن العربی کی "موافقت بہ فلسفہ" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مکتوب ۱ / ۳۱۳ میں بھی فلاسفہ کو ناپسند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :- "فلاسفہ یونان و براہمہ و جوگیہ ہند ہمہ را ریاضت گرسنگی صفایے نفس بخشیدہ بفضالت و خسارت دلالت نمودہ - افلاطون بے فرد اعتماد بر صفایے نفس خود نمودہ صور کشفیہ خیالیہ خود را مقتداے خود ساختہ عجب و زریذ و بحضرت عیسیٰ روح اند علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ درآں وقت مبعوث شدہ بود نہ گروید و گفت سخن قوم محمدیوں لاحاجہ بنا الی من یھدنا - اگر ایں صفایے ظلمت افزایے نمی داشت صور کشفیہ خیالیہ ، سدراہ او نمی گفتند و از وصول بمطلب مانع نمی آمدند ..."

مکتوب ۳ / ۲۳ میں بھی صفایے نفس اور کشف خیالی کے ذیل میں افلاطون کا ذکر ہے کہ "رئیس فلاسفہ است - دولت بعثت حضرت عیسیٰ را علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام دریابد و خود را از نادانی مستغنی دانستہ بہ آنحضرت نہ گروہ و از برکات نبوت بہرہ نہ گیرد" شروع کے دو مکتوبوں میں افلاطون کا قول عربی میں درج ہے (گو کہ ان کی عبارت ایک دوسری سے کچھ مختلف بھی ہے - شاید کتابت کی وجہ سے) - میرے محترم مولانا ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین صاحب نے خیال ظاہر فرمایا کہ مکتوبات فارسی میں ہیں اور افلاطون کا وہ قول عربی میں ہے اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مجددؑ نے وہ قول کسی عربی کتاب سے لیا ہے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لیے اس تسامح کی ذمہ داری حضرت مجددؑ پر عائد نہیں ہوتی۔

الدبہ "ریاضت گرسنگی" والی "صفایے نفس" کا ذکر جو حضرت مجددؑ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ہے دراصل فلاطینوس Plotinus (۲۰۵ء تا ۲۷۰ء) کے یہاں ہے - ہوا یہ کہ جب سکندر نے ہندوستان میں Porus کو شکست دی تو اپنے ساتھ یہاں سے بہت سے ہندو ، بدھ اور پارسی علماء کو لے گیا - اور سکندریہ میں ان سب کا فلسفہ نفلط ملط ہو گیا - انھوں نے خدا اور بندے کے درمیان نبی کی ضرورت کا بھی انکار کر دیا - (بعد میں علامہ ابن تیمیہ نے اس فلسفے کی سخت مذمت کی) - ڈاکٹر میر ولی الدین نے اپنی کتاب قرآن اور تصوف "مطبوعہ کراچی سال ندارد) کے صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ فلاطینوس کو بعد میں فلاطون الہی بھی پکارا جانے لگا - "حاشیہ میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا فلسفہ اشراقیت ہے - یعنی وجود صرف خدا کا ہے اور وجود کا پہلا اشراق ، عقل ہے - دوسرا روح اور تیسرا مادہ اور ہر شے ، خدا ہی کا اشراق ہے ..."

اس کے برعکس افلاطون (۴۲۷ قبل مسیح تا ۳۴۷ قبل مسیح) اپنے استاد سقراط کی طرح

کہتا تھا کہ اشیائے کائنات کا علم صرف ۱ - کلیات (General ideas) - ۲ - تصورات (Concepts) اور ۳ - عالم گیر صداقتوں (Universal truths) کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اشیاء ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہیں اس لیے ان کا علم حقیقی اور اصلی نہیں - صرف اعمیان (Ideas) کا علم حقیقی ہو سکتا ہے - پتہ ناپہ دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ لائق اعتبار نہیں - یعنی اس نے عالم موجودات کا انکار اور عالم غیر محسوس کا اثبات کیا - اس لیے بے عملی پیدا ہوئی - اقبال نے اسی لیے کہا ہے :-

راہبِ دیرینہ افلاطون حکیم - از گروہِ گوسفندانِ قدیم  
گفت سزِ زندگی در مُردنِ است - شمع را صد جلوہ از افسردنِ است

فلاطینوس اور افلاطون میں یہی فرق ہے - ۲

یہاں تک حضرت مجددؑ کی تحریر پر اعتراض کے سلسلے میں عرض کیا گیا - اب مخطوطات کے مطالعے سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - یعنی یہ کہ ان کے مطالعے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے - عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جتنا قدیم نسخہ ہو گا اتنا ہی معتبر ہو گا - لیکن یہ بات ضروری نہیں ، کتابت کرنے والے کی صلاحیت پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے - مثلاً کشف الحجب کے ایک نسخے کو ایک صاحب حضرت بہاء الدین زکریا کا کتابت شدہ سمجھتے تھے حالانکہ وہ کتاب اس قدر کم علم تھا کہ اپنا نام بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا - یعنی زکریا (زال سے) لکھا تھا اور اس نے اس نسخے میں بکثرت غلطیاں کی تھیں - بعض قریب العہد نسخے دستیاب نہیں ہوتے تو عجیب عجیب غلطیوں کا امکان رہتا ہے -

انیس الارواح ایک مقبول کتاب رہی ہے کیونکہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی امیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی مقبول شخصیت کی لکھی ہوئی ہے - انھوں نے اپنے شیخ کے ملفوظات اس کتاب میں درج کیے ہیں - حضرت خواجہ سے کس کو عقیدت نہیں؟ لیکن اس کتاب کا کوئی بھی قریب العہد نسخہ موجود نہیں - بعد کے کسی نسخے سے اس کی کتابت ہوئی ہوگی اور عین ممکن ہے کہ کسی پڑھنے والے نے اپنی پسند کی کوئی عبارت یا شعر اس کے متن یا حاشیے میں درج کر دیا ہو گا - کتابت کے وقت اسے بھی شامل کر لیا گیا - کتاب کے تمام اندراجات پر غور نہ کرتے ہوئے صرف اس اثنائے کی وجہ سے ہم فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ وہ کتاب حضرت خواجہ نے مرتب نہیں کی - ایسا فتویٰ کئی کتابوں پر صادر ہو چکا ہے - کتابوں کے مطالعے میں بعض ناموں سے بھی دھوکا ہو جاتا ہے - مثلاً محی لاری کا دیوان حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا سمجھ لیا جاتا ہے - معین فراہی کا دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے منسوب ہے - بعد کے ایک قطب الدین کا دیوان حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے نام سے مشہور کیا گیا - ٹھیسر (شاگرد صائب) کا دیوان

اور  
۲  
۳  
۴  
۵  
لب  
نہ  
ت  
ہے  
بد  
دو  
لف  
نیال  
کہ  
اس  
بالا  
کہ  
بدہ  
خدا  
فلسفے  
سال  
ناشیے  
وجود  
طرح

ظہیر فارسانی سے متعلق کر دیا گیا لیکن ایسے دو اوین کی داخلی شہادتوں اور ان کی زبان و بیان سے اصل مصنف کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن بعض اوقات داخلی شہادت سے پڑھنے والا گوگو میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً میر تقی میر کا تذکرہ نکات الشعراء جو ۱۱۶۱ ھ سے قریب ۱۱۶۵ ھ تک لکھا گیا۔ اس کے صفحہ ۵ پر (مطبوعہ انجمن ترقی اردو) حضرت مظہر جانِ جاناں کا نام جانِ جاں لکھا ہے۔ جو بے شک صحیح ہے۔ کیونکہ ان کا ایک شعر بھی اسی طرح ہے کہ:-

کوئی آزرہ کرتا ہے سخن ایسے کو اے ظالم

یہ دولت خواہ اپنا ، مظہر اپنا ، جانِ جاں اپنا

لیکن اوج (ریاست دیر) والے مکتوبات کے مجموعے میں جو سات مکتوبات حضرت مظہر کے ہیں (اور دو کا عکس بھی شامل ہے) ان کے شروع میں ہر جگہ یہی الفاظ ہیں:- ”بعد حمد و صلوٰۃ از فقیر جانِ جاناں ...

(ان مکتوبات میں دو ایسے ہیں جو ۱۱۷۵ ھ سے پہلے کے ہیں اور بقیہ پانچ ۱۱۹۰ ھ کے

قریب تک کے ہیں) ۳

ایسے شعر اور ایسے مکتوبات کے الفاظ سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ حضرت مظہر نے اپنا نام جانِ جاں ضرورت شعری کی وجہ سے لکھا ہو گا اور شرم میں جانِ جاناں ہی لکھتے ہوں گے۔

بعض اوقات خارجی شہادتیں بھی صحیح نہیں ہوتیں۔ ایک صاحب نے علامہ اقبال پر مضمون لکھا تو ان کی تصانیف میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی کتابوں کو بھی شامل کر لیا۔

ایک صاحب نے حضرت مجددؒ سے متعلق اعتراضات کے جوش میں ان کی تحریر کی ایسی باتوں پر تنقید کر دی جو قرآن کی آیات ہیں۔ وہ بیچارے لاعلمی کی وجہ سے ان آیات (ترجمہ) کو دلچسپ (بجیب) اقوال کہہ بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے۔ آمین۔

خارجی شواہد کے سلسلے میں شعراء کے تذکرے یقیناً ناکافی ہوتے ہیں کیونکہ ان میں عموماً سوانح نہیں ہوتے۔ لیکن ان میں جن شعراء کی غزلوں کے اشعار ہوتے ہیں ان سے اتنا تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ ان اشعار کی غزلیں تذکرہ لکھتے وقت ضرور تیار ہو چکی ہوں گی۔ اور ان تذکروں میں اگر سوانح سے متعلق کوئی بات ہوتی ہے تو تاریخ کی مطابقت کرنے سے بہت مفید بن جاتی ہے۔

اب یہاں بعض بے اعتمادیوں کا ذکر کرنا بے محل نہ ہو گا:-

(۱) ایک صاحب نے مولانا احمد رضا خان کے مکتوبات شائع کیے ہیں۔ کچھ مولانا اشرف علی تھانوی کے نام بھی ہیں۔ لوگوں کو معلوم ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں اختلاف تھا۔ اب وہ دونوں

بزرگ اس دنیا میں نہیں ہیں کہ ان سے معلوم کیا جاتا کہ کیا وہ مکتوبات (جو مولانا اشرف علی کے نام ہیں) واقعی لکھے گئے تھے؟ کیا اچھا ہوتا کہ ان کے عکس بھی دے دئے جاتے تاکہ ایسے علمان کی گنجائش نہ ہوتی۔

(۲) ایک صاحب نے تبلیغی جماعت کی مذمت میں کفر کا فتویٰ شائع کیا ہے۔ لیکن اس جماعت کے اقوال بغیر حوالے کے ہیں۔ پڑھنے والا کس طرح یقین کر سکتا ہے کہ واقعی اس جماعت نے ایسی باتیں کہی ہیں۔

(۳) ایک صاحب نے میلاد شریف کے جواز سے متعلق ایک رسالہ شائع کیا ہے اور بعض علماء کے حوالے دئے ہیں جو عربی میں ہیں گویا ان کو ان تک رسائی حاصل ہے، گو کہ وہ خود عربی سے بالکل ناواقف ہیں۔

(۴) ایک صاحب نے سیرت پاک کے لیے قرآن مجید کی آیتوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آیات نقل کرنے میں بہت غلطیاں کی ہیں اس معاملے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۵) اب یہ بھی دستور ہو گیا ہے کہ پنی ایچ ڈی کے مقالات معاوضے پر لکھوائے جاتے ہیں۔ لیکن مقالے میں جہاں جہاں طالب علم کچھ اپنی طرف سے لکھتا ہے تو اس میں جگہ جگہ سچے کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے نگران حضرات کو شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

ع کارہا نیکو شود لیکن یہ صبر

لیکن میں اپنے لیے یہی دعا کرتا ہوں۔ رہنا لا تواتر اخذنا ان نسیئنا او اخطانا۔

## حواشی

- ۱- ڈاکٹر دینی پر شاد نے تاریخ جہانگیر میں یہاں ارجن ہی لکھا ہے۔
- ۲- لیکن Katz / Weingartner نے اپنی کتاب Readings in Ancient and Medieval Philosophy کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ افلاطون سے منسوب کئی کتابیں اب اس کی نہیں سمجھی جاتیں۔ اور صفحہ ۳۶ میں یہ بھی لکھا ہے کہ افلاطون اور Neoplatonist Philosophy میں اب زیادہ فرق نہیں سمجھا جاتا خطبات قاری محمد طیب (ملتان ۱۹۸۲ء)، چہارم، ۱۴۵۱-۱۴۴۰ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں افلاطون تھا۔ ان سے اس نے (غانبانہ) سوالات بھی کیے تھے جن کا ذکر عبدالکریم جیلی (م ۸۱۱ھ) نے کیا ہے۔
- ۳- "لوائح خانقاہ مظہریہ۔ اعنی "مکتوبات مدرسہ دیر" مطبوعہ حیدرآباد سندھ،